© rasailojaraid.com

کے تصورِ نسائیت سے ہمارا تصورِ نسائیت جداگانہ شکل میں ممیز ہو۔ ہم اصولوں میں اور تفصیلات میں راہِ حق سے ہٹی ہوئی دنیا کو یہ بتا سکیں کہ ہم ایک مختلف قسم کے معاشرے اور ایک مختلف قسم کی تہذیب کے نمائندہ لوگ ہیں اور ہمارے تمہارے راستے ایک نہیں ہیں۔ یہ پست مقام مسلمانوں کا نہیں ہے کہ وہ اپنے دَور کے مقلد بن کر ہر شے اس سے قبول کرنے والے ہوں بلکہ "یدِ علیا" کے ساتھ اسے زیادہ بہتر اقدار دینے والے ہوں۔

بتایا جائے کہ آپ لوگوں نے دنیا نے بے اسلام کو کیا پیغام اور کیا تحفہ نسائیت کے دائرے میں مہیا کیا ہے؟ اگر کچھ نہیں تو پھر آپ وقت کے طوفانی دریا کے تند ریلوں کی گرفت میں آکر بے بس ہیں کہ عالمی مروجات اور پروپیگنڈا جدھر آپ کو بہالے لیے جا رہا ہو۔ اُدھر اس نشہ آور تصور میں بہتی رہیں کہ ہم ترقی کر رہے ہیں۔

واضح رہے کہ وقت کے دھاروں میں بے اختیارانہ طور پر اس طرح بہنے اور غوطے کھانے والوں کے لیے اسلام کے پاس سرے سے کوئی دعوت اور کوئی پیغام اور کوئی حکم نہیں ہے۔ اسلام تو اُن لوگوں کو اپناتا ہے جو اسلامی غایات کے مطابق وقت کے دھارے کا رُخ بدلنے کے لیے مہم اُٹھا سکیں۔ اسی لیے وہ دین جہاد ہے ــــ کلمۂ اوّل سے لے کر مرحلۂ آخر تک جہاد! جس کسی کو جہادِ اسلام کے مقاصد اور اس کی تحریک کا شعور ہی نہ ہو، اُسے اس تکلفِ بے جا کی کیا ضرورت کہ وہ اسلام سے باہر کی باتیں چھیڑتے ہوئے بلا کسی شعور کے اسلام کا نام لے یا اس کے بنیادی نوشتے کی کسی آیت کے کسی جزو کو اُچھالے۔

اسلام آپ کے دفتر میں مہر لگانے والا کلرک نہیں ہے کہ جو چیز آپ کو پسند آجائے اور جو فیصلہ آپ کر لیں، آپ کا اشارہ ابرو ہوتے ہی وہ اس پر کھٹ سے مہر لگا دے اور نہ لگائے تو آپ جلوس لے کر مظاہرہ کرنے چڑھ دوڑیں اور محبِ دین افراد کو مُلّا کہہ کر بُرا بھلا کہنا شروع کر دیں۔

یہ غلط کھیل بہت عرصے سے اپنے مختلف اذیت رساں مناظر دکھا چکا ہے۔ خدا را اب بساط سمیٹیے اور غلبۂ دین کا کام کرنے والوں کو کام کرنے دیجیے۔ یہ کھیل جو معاشرے کی اکثریت کو ایمانی موقف سے ہٹانے میں ناکام ثابت ہوا ہے، اب ہر ذہین آدمی کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بور معلوم ہوتا ہے۔ کوئی دوسرا کرتب شروع کیجیے۔

مشکل یہ ہوئی کہ آپ لوگوں نے کسی ناپسندیدہ نقطۂ نظر پر دلائل سے بات کرنے کے بجائے ایجی ٹیشن اور دباؤ ڈالنے کا طریقہ اختیار کیا۔ ٹیلی وژن کے خلاف برسرعام آپ کا مظاہرہ خلاف قانون بھی تھا، اور یہ آپ کے غیر ذمہ دارانہ پن کا ثبوت ہے کہ آپ نے تعلیم یافتہ ہو کر ہی نہیں، انتظامیہ کے کارپردازوں کی بیگمات ہوتے ہوئے ایک ایسی مثال قائم کی، جس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے جذبات قانون کی حدود کی پابندی قبول نہیں کر سکتے ــــ کجا کہ اسلام کے اصول و احکام کی پابندی!

آپ نے ذہنوں کو بدلنے کی استدلالی محنت سے کام نہیں لیا۔ قرآن کی بات تھی تو آپ قرآن کی آیات سے مدد لیتیں۔ احکامِ رسالتؐ کا ذکر چلا تھا تو آپ اپنے حق میں سنّتِ نبویؐ اور احادیثِ پاک کو لاتیں۔ آپ حضورؐ کی تیار کردہ سوسائٹی کے ثابت شدہ معمولات کو اجاگر کرتیں، خلفائے راشدینؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے طرزِ عمل اور خود امہات المومنینؓ اور صحابیاتِ محترمات کے قائم کردہ نمونوں کو پیش فرماتیں۔ اور آپ ائمہ فقہا کی علمی تحقیقاتوں سے تائید حاصل کرتیں، مگر آپ نے ایجی ٹیشن کے ذریعے حکومت کی جبری قوت کو اپنی مدد کے لیے بلایا۔ اس ایجی ٹیشن کی سربراہی ایک ایسی شخصیت نے کی جو ایک بڑے صاحب کی بیگم تھیں۔ اگر ایسا واقعہ دورِ فاروقی میں ہوتا تو خلیفۂ ثانی اپنی اہلیہ کے خلاف کارروائی کرتے اور اسے حوالۂ عدالت کر کے سزا دلواتے۔

بڑے بڑے سرکاری عہدہ داروں کی بیگمات اور ان کی تنظیم نے ابھی تک تو کوئی ایک مثال بھی ایسی قائم نہیں کی کہ وہ معاشرے میں کسی خلاف اسلام سرگرمی کو دیکھ کر ایجی ٹیشن کرتیں۔ افسوس ہے کہ ہمارے ان کی اعلیٰ خواتین کو اس مقام تک بھی نہیں پہنچیں جہاں تک انڈیا کی پہلا میں جا پہنچیں انہوں نے بازاروں میں عورتوں کی عریاں تصاویر اور فحاشی کے خلاف دلی میں ایجی ٹیشن کیا اور یہ صورت چند سال پہلے بھی وہاں عمل میں آچکی ہے۔ اگر ہمارے ان کی بیگمات نے بھی کبھی ایسا کوئی ایجی ٹیشن کیا ہوتا تو ان کا مقام اعتبار برتر ہوتا۔ اسلام سے آزاد ہو کر چلنے کے لیے تو اسلام کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نام پر آواز اُٹھائی جاتی ہے، مگر اسلام کے احکام و حدود کی پابندی قبول کرنے کے لیے کوئی آواز ماڈرن حلقوں سے بلند نہیں ہوتی ۔ یعنی آپ جو کچھ چاہیں اُس کی منظوری تو اسلام (نعوذ باللہ) بصد ادب دیتا رہے، لیکن اسلام جو تقاضے کرتا ہو، اُن کی آپ کچھ پروا نہ کریں، حالانکہ اسلام تو نام ہی اس کا ہے کہ خدا اور رسولؐ کے ارشادات کے سامنے سرِ تسلیم بغیر کسی تحفظ کے خم کر دیا جائے ۔

ایک اہم معاملہ اور بھی ایسا ہے جو بہت غور و توجہ چاہتا ہے ۔

اس وقت پوری دُنیا میں، خصوصاً مسلم معاشروں میں ملحدانہ افکار و معاشرت کے خلاف اسلامی نظریہ و نظام کی علمبردار قوتوں کی تند و تیز کش مکش شروع ہو چکی ہے ۔ بلکہ کہنا چاہیے کہ وہ آہستہ آہستہ، فیصلہ کن مراحل کی طرف بڑھ رہی ہے ۔ اس کشمکش میں اسلام کی تمام دشمن اور مخالف قوتیں —— وہ بڑی عالمی قوتیں ہوں، یا یہود و ہنود کی قوتیں —— پورا زور لگا رہی ہیں کہ مسلمان موجودہ تہذیبی سامراج کے چنگل سے نہ نکل سکیں ۔ اس لڑائی میں ملحدانہ عالمی تہذیب کی پشتیبان قوتیں افکار، علوم، نصابیات، صحافت، عالمی نیوز ایجنسیوں کے نظام، فلم، تصاویر، ٹیلی وژن، ریڈیو، ثقافتی وفود، ایڈ اور پروپیگنڈے کے پورے وسائل کا بھرپور استعمال کرتے ہوئے مُسلم معاشروں کے اندر جن عناصر کو مضبوط رکھنا چاہتی ہیں، اُن میں سے ایک مسلمانوں میں گھلا مِلا لادینیت پسند طبقہ ہے اور دوسرے ماڈرن بیگمات ۔

لادینیت پسند طبقے کا ایک حصہ حکومت و اختیار کی قوتوں اور انتظامی عہدوں کی قوت کو کام میں لا کر اور دوسرا حصہ ادب و صحافت اور دیگر ذرائع ابلاغ میں نفوذ کر کے اسلام کی پیش قدمی کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہے ۔ اسی مزاحم قوت کی وجہ سے اوّل تو اسلام کا نام گونجتے رہنے پر بھی کام کچھ نہیں ہو سکتا، کچھ کام ہو بھی تو اس میں ہزار رخنے پیدا ہوتے ہیں، یا پھر جو قدم اسلام کی راہ پر اُٹھتا ہے اس کے ساتھ ہی ساتھ دوسرے کئی قدم اسلام کے خلاف عملاً اُٹھ جاتے ہیں ۔ نتیجہ تضاد ہے ۔ اس طرح عوام کے اسلامی جذبات کو تضاد کی چکی میں پیسا جا سکتا ہے اور پیسا

(باقی بر صفحہ ۵۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حکمتِ سیّد مودودیؒ

جناب عاصم نعمانی کی ڈائری سے اقتباس

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانحی اور تحریکی زندگی کی عکاسی کے لحاظ سے ۵ - اے ذیلدار پارک میں آنے والے مہمانوں کی مولانا سے گفتگو بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ بعض کا تعلق عصرانہ مجالس سے ہے اور بعض دوسرے اوقات سے متعلق ہیں۔ عاصم نعمانی صاحب نے ایسے مواقع فیض کا کچھ نہ کچھ حصہ محفوظ کر لیا ہے، آج ہم اُن کی ڈائری کے کچھ اوراق پیش کر رہے ہیں۔ (ادارہ - ص)

۶ رجون ۱۹۷۵ء

آج جڑانوالہ سے تیس چالیس معززین پر مشتمل ایک وفد مولانا محترم سے ملنے کے لیے آیا۔ دس بجے صبح مولانا کی قیام گاہ پر کوئی ایک گھنٹہ ان سے گفتگو ہوتی رہی۔ مولانا نے ان کے سوالوں کے جوابات دیے۔ پہلا سوال یہ تھا کہ غیر جمہوری فضا میں تحریک اسلامی کے لیے کیا امکان ہے؟

مولانا محترم نے فرمایا، کہ جب ایک معقول اور دل لگتی بات کو عمدہ اخلاق کے ساتھ لے کر کھڑے ہوں اور سخت سے سخت ظلم وستم سہنے کے باوجود اپنی بات ہر حالت میں لوگوں کے سامنے پیش کرتے چلے جائیں تو لازمی طور پر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے اور دعوت کی معقولیت وصداقت اپنی فطری طاقت سے آگے بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اس تحریک کے مخالف اس کے کارکنوں پر جتنا ظلم کرتے ہیں اتنے ہی وہ ملک کے رہنے والے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شریف النفس اور نیک طبع لوگوں کی نظر سے گرتے چلے جاتے ہیں اور اُن کے مقابلے میں تحریک کے کارکن جتنی ہمت اور ثابت قدمی کے ساتھ ظلم برداشت کرتے چلے جاتے ہیں اور اپنی حق پرستی کی راہ سے بال برابر بھی نہیں ہٹتے، اتنی ہی اُن کی قدر و منزلت عام دیکھنے والوں ہی میں نہیں بلکہ خود دشمنوں کی صفوں میں بھی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ پھر جب فیصلہ کُن مقابلے کا وقت آتا ہے تو قدم قدم پر اُن لوگوں کی ہمدردیاں کارکنوں کے کام آتی ہیں جو دشمنوں کے جبر کی وجہ سے خاموش بیٹھے تھے مگر دل سے اس دعوت کے حامی تھے۔ یہاں تک چند مٹھی بھر ہٹ دھرم دشمن ہی میدان میں رہ جاتے ہیں جن کا ساتھ دینا تو درکنار ان کے پیچھے رونے والا بھی کوئی نہیں ہوتا۔

یہ وہ سبق ہے جو ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ حق کے مطالعے سے حاصل ہوتا ہے اس لیے تحریک اسلامی کے کارکنوں کو اسلامی نظام برپا کرنے کے لیے جمہوری اداروں کی مٹی پلید ہونے اور شہری آزادیاں سلب ہوجانے اور بنیادی حقوق کچل دیے جانے پر ہمت ہار کر نہیں بیٹھ جانا چاہیے بلکہ کام کی نئی راہیں تلاش کر کے اپنی منزل کی طرف پیش قدمی جاری رکھنی چاہیے۔

ایک سوال کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ پڑھے لکھے لوگ، بالخصوص جدید تعلیم یافتہ نوجوان بڑی حد تک ہماری دعوت کو سمجھ چکے ہیں۔ اب ان کا کام یہ ہے کہ عوام الناس کے اندر پھیل کر اُس زبان میں یہ دعوت اُن کے سامنے پیش کریں جسے وہ سمجھ سکتے ہوں اور انہیں اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کریں۔ انھوں نے کہا کہ اس کام میں بڑی مشکل یہ پیش آرہی ہے کہ عوام کو جھوٹے وعدوں اور پُرفریب باتوں سے دھوکا کھانے کی عادت ڈال دی گئی ہے جسے چھڑانا سخت محنت طلب کام ہے۔ ایک فریبی سے تلخ تجربات اُٹھا کر وہ اس سے بیزار ہو بھی جائیں، تو کسی دوسرے فریبی سے دھوکا کھانے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ اور کوئی اگر سبز باغ دکھانے کے بجائے سنجیدگی کے ساتھ ایسا پروگرام اُن کے سامنے پیش کرے جو حقیقت پر مبنی ہو تو اُس کی باتیں اُن کے دل کو نہیں لگتیں۔ اس حالت میں محض کامیابی کو اپنا مقصود بنانے والے تو ایک فریب کار گروہ کو شکست دینے کے لیے اس سے بڑھ کر فریب کاری کرنے پر اُتر آتے ہیں، مگر جن لوگوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو ملک کی اصلاح کرنی ہے، ان کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ صبر کے ساتھ آہستہ آہستہ عوام کی اس بُری عادت کو بدلنے کی کوشش کرتے چلے جائیں۔ غالب امکان اسی بات کا ہے کہ پے در پے تلخ تجربات اُٹھانے کے بعد آخر کار ان لوگوں کو عقل آجائے گی اور یہ معقول باتیں سُننے اور قبول کرنے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ لیکن اگر انہوں نے دھوکے ہی کھانے کا فیصلہ کر لیا ہو تو پھر بہتر یہی ہے کہ ان کی یہ خدمت دوسرے لوگ ہی انجام دیتے رہیں۔ ہمیں بہرحال خدا کے ہاں اپنا نام فریب کاروں میں نہیں لکھوانا۔

ایک اور سوال کے جواب میں کامیابی کے صحیح تصور کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا محترم نے قرآنِ پاک سے حضرت لوط علیہ السلام کی مثال دی۔ انہوں نے کہا کہ وہ سالہا سال اپنی قوم کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتے رہے مگر اس قوم کے کسی ایک فرد نے بھی ان کی دعوتِ اصلاح قبول نہ کی، حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس پر عذاب نازل کرنے کا فیصلہ فرمایا تو پورے ملک میں اہل ایمان کا صرف ایک گھر پایا جاتا تھا، اور وہ گھر خود حضرت لوط علیہ السلام کا تھا، اور اس میں بھی ان کی اپنی بیوی ایمان لانے والی نہ تھی۔ اب کیا یہ کہا جائے گا کہ حضرت لوطؑ ناکام ہو گئے؟ نہیں، بلکہ ناکام وہ قوم ہوئی جس نے ان کی بات نہیں مانی۔ وہ بہرحال کامیاب تھے، کیونکہ انہوں نے اپنا فرض پوری طرح انجام دے دیا۔ اس مثال سے کامیابی و ناکامی کا اسلامی تصور اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے۔ حق کی دعوت کو اپنی زندگی کے آخری سانس تک پیش کرتے چلے جانا ہی ایک حق پرست انسان کی اصل کامیابی ہے۔ قوم اگر اس حق کو قبول کر لے جسے وہ پیش کر رہا ہے تو قوم بھی کامیاب ہو جائے گی۔ لیکن اگر وہ اسے رد کر کے باطل کے پیچھے چل پڑے تو ناکام وہ ہو گی نہ کہ وہ شخص جو اُسے حق کی طرف بُلا رہا تھا۔ البتہ اگر وہ دُنیا میں کامیابی حاصل کرنے کی خاطر خود حق سے منحرف ہو جائے اور ہر طرح کے ناجائز ہتھکنڈے استعمال کرنے لگے تو چاہے دُنیا کی ساری کامیابیاں اسے حاصل ہو جائیں، خدا کے ہاں وہ یقیناً ناکام و نامراد ہو کر رہے گا۔

پاکستان کی اسمبلیوں سے حزبِ اختلاف کے بائیکاٹ کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ دُنیا میں جہاں بھی پارلیمانی طرزِ حکومت رائج ہے وہاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اکثریت ہی حکومت کرتی ہے اور اقلیت حزبِ اختلاف بن کر رہتی ہے۔ لیکن یہ مثال پیش کرنے کا شرف پہلی مرتبہ ہمارے ملک ہی کو حاصل ہوا ہے کہ اکثریت نے اقلیت کو تنگ کرتے کرتے اتنا بے بس کر دیا کہ آخر کار وہ بائیکاٹ کرنے پر مجبور ہو گئی۔ اِس کارِ خیر کا اصل مقصد اب کھل کر زبانوں پر آرہا ہے کہ اقلیت اسمبلی کی نشستیں خالی کرے، تاکہ ضمنی انتخابات اور آزاد کشمیر کے انتخابات سے جو "گراں قدر" تجربات حاصل ہوتے ہیں، اُن سے کام لے کر پوری اسمبلی اکثریت کی اسمبلی ہو جائے اور حزبِ اختلاف کے خرخشے سے مستقل نجات حاصل کر لی جائے۔ آخر اس سے زیادہ مثالی پارلیمانی نظام اور کونسا ہو سکتا ہے جس میں ہر مسودۂ قانون پیش ہوتے ہی پاس ہوتا چلا جائے اور مہینوں کا کام ایک دو دن ہی میں انجام دے کر فراغت حاصل کر لی جائے۔

اِن حالات میں مُلک سے دلچسپی رکھنے والے لوگوں کے اندر پیدا ہونے والی مایوسی کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ میرے پاس تو مایوسی آج تک کبھی نہیں پھٹکی، بلکہ یہ لفظ میری لغت ہی سے خارج ہے۔ دوسرے لوگ جو مایوس ہو رہے ہیں اُن سے بھی میں یہ کہتا ہوں کہ ہمیشہ اللہ سے اچھی اُمیدیں رکھتے ہوئے حق و صداقت کو سربلند کرنے کے لیے جان توڑ جدوجہد کرتے چلے جاؤ۔ اور اپنی طرف سے کوشش کا حق پوری طرح ادا کر دینے کے بعد نتیجہ اللہ پر چھوڑ دو۔ ضروری نہیں ہے کہ تمہاری خدمت کے نتائج تمہارے جیتے جی ہی برآمد ہو جائیں۔ تم اگر ایک حق پرست کی طرح اپنا فرض انجام دیتے ہوئے مر بھی جاؤ تو تمہاری حیثیت اس شخص کی سی ہو گی جو حج کے کے لیے گھر سے نکلے اور دورانِ سفر ہی اُس کی زندگی کا آخری وقت آجائے۔ جس طرح وہ حج کے ثواب سے محروم نہ رہے گا اسی طرح تم بھی راہِ حق کی جدوجہد کے ثواب سے محروم نہ رہو گے۔

۱۷ جون ۷۵ء

آج کی مجلس میں خواب کی تعبیر کا ذکر ہو رہا تھا۔ مولانا محترم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے خوابوں کے سوا اور کسی کا خواب حجت نہیں ہے۔ اس پر اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا:-

حیدرآباد (دکن) میں ایک بڑے قابل وکیل تھے جو بعد میں جج بھی ہو گئے تھے۔ قادیانی ہو گئے تھے۔ میری ان سے رسم و راہ تھی۔ ایک روز میں نے اُن سے قادیانی ہو جانے کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے حضورؐ کو خواب میں دیکھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ مرزا صاحب حضورؐ کی گود میں بیٹھے ہیں۔ اس کے بعد میں کیوں مرزا صاحب کو نبی نہ مانوں۔ اس پر ان سے بہت گفتگو ہوئی۔ بہت سمجھایا جس پر وہ خاموش ہو گئے، مگر قادیانیت سے تائب نہ ہوئے[1]۔

۱۸ر جون ۱۹۷۵ء

سوال تھا کہ تحریک اقامتِ دین کا خیال آپ کے ذہن میں کیسے آیا؟

مولانا نے فرمایا کہ دینی معلومات تو پہلے سے تھیں مگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئی تھی۔ چونکہ بچپن

---

[1] ہر قسم کے خوابوں کے متعلق علمائے شریعت کا متفقہ اُصول یہ ہے کہ اگر کسی خواب سے کسی خلافِ اسلام امر کی دعوت ملتی ہو، یا صریحاً کسی گمراہ آدمی کی توقیر ہوتی ہو (خصوصاً ایسا شخص جو بنیادی عقاید — توحید، رسالت اور آخرت — میں کوئی رخنہ پیدا کرے یا حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دے) تو ایسے کسی بھی خواب کو کتاب و سنّت کے مقابلے میں قبول نہیں کیا جائے گا۔

رہا یہ سوال کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ اُس نے حضورؐ کو خواب میں یہ کہتے یا یہ کرتے دیکھا ہے تو اگر کوئی خلافِ شریعت بات سامنے آتی ہے تو اُس کے معنی یہ ہیں کہ یا تو وہ شخص غلط بیانی کر کے اپنے گمراہانہ خیالات کو مقبول بنانا چاہتا ہے، یا اگر وہ خود مغالطہ زدہ ہے تو حقیقت یوں ہے کہ اگرچہ شیطان یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل اختیار نہیں کر سکتا، مگر وہ یہ ضرور کر سکتا ہے کہ کوئی اور پُر تقدس ہیئت اختیار کر کے یہ ظاہر کرے کہ میں ہوں سردارِ اُمت (نعوذ باللہ) پس تمام خوابوں اور ہر قسم کے کشف کی جانچ کا معیار کتاب و سنّت کے واضح کردہ اساسی عقاید اور قوانینِ معیشت و معاشرت اور ضابطہ ہائے حلّت و حرمت اور اخلاقی اُصول ہیں۔ (ف۔ رحمن)

© rasailojaraid.com

میں عربی پڑھی تھی اس لیے جب ذہنی شعور کچھ پختہ ہوا تو خود براہ راست قرآن کریم اور عربی تفاسیر کا مطالعہ کیا جس سے آہستہ آہستہ اقامتِ دین کا تصور پختہ ہوتا گیا۔

جو قرآن کریم والد محترم کے زیرِ تلاوت رہتا تھا۔ وہ اب بھی میرے پاس موجود ہے۔ اس کے حاشیے پر والد محترم کے نوٹس بھی ہیں اور میں نے بھی بہت سے نوٹس اس پر لکھ رکھے ہیں۔

ایک سوال تھا کہ زمانہ طالب علمی میں آپ کوئی کھیل بھی کھیلتے تھے؟

فرمایا، جی ہاں، فٹ بال، کرکٹ اور جمناسٹک کھیلا کرتا تھا۔ مگر اب اُن کے قواعد ضوابط بھول چکا ہوں۔

احتیاط

ترجمان القرآن میں ضرورتِ استدلال کے لیے آیات و احادیث شائع ہوتی رہتی ہیں۔ قارئین سے گذارش ہے کہ جن اوراق پر آیات و احادیث ہوں اُن کا خاص احترام ملحوظ رکھیں تاکہ بے ادبی نہ ہونے پائے۔

(ادارہ)

تحریکِ اسلامی کا جملہ لٹریچر حاصل کرنے کیلیے رجوع کریں

پین اسلامک پبلشرز۔ ۲/۱۳ اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور

© rasailojaraid.com